حرؒ

ڈاکٹر علی شریعتی کی اس تحریر کا اردو ترجمہ درج ذیل ہے:

"حر، عمر بن سعد کے لشکر کے ان اعلیٰ کمانڈروں میں سے ایک کا نام تھا جنہوں نے اسلام کے پیغمبر (ص) کے نواسے حسین ابن علی (ع) کا سامنا کیا۔ انہیں یزید ابن معاویہ کی طرف سے حکم ملا تھا کہ یا تو حسین (ع) سے اس کی فاسد خلافت کے لیے بیعت لیں، یا حسین (ع) اور ان کے تمام ساتھیوں کو قتل کر دیں۔ یہ حر اور اس کا لشکر ہی تھا جس نے سب سے پہلے امام حسین (ع) کا راستہ روکا اور پھر انہیں محاصرے میں لے کر پانی تک سے محروم رکھا۔

عاشورہ کے دن، حر نے ایک بہت بڑا فیصلہ کیا۔ جنگ شروع ہونے سے عین پہلے، اس نے اپنا عہدہ اور وہ لشکر جس کی وہ کمان کر رہا تھا، چھوڑ دیا اور امام حسین (ع) کے ساتھ جا ملا، اور اللہ کی راہ میں شہید ہونے والا پہلا شخص بنا، اسی لشکر کے ہاتھوں جس کا وہ کچھ گھنٹے پہلے کمانڈر تھا۔ "حر" نام کا مطلب ہے آزاد، آزاد پیدا ہونے والا، شریف، آزاد انسان۔

تقدیر کبھی کبھی کھیل کھیلتی ہے۔ تخلیق کی فیکٹری، جو مسلسل ان گنت چیزیں، پتھر، درخت، دریا، جانور، کیڑے مکوڑے، انسان پیدا کر رہی ہے، کبھی کبھی مزاح کا منظر دکھاتی ہے، کوئی جدت یا استثنا پیدا کرتی ہے: کوئی نظم لکھتی ہے، کوئی فن پارہ تخلیق کرتی ہے، کوئی ایسی چیز کرتی ہے جو منفرد ہو... ایک لفظ میں کہا جائے تو ان اشیاء کا ایک "کردار" ہوتا ہے۔ تمام گھروں میں سے کعبہ، تمام دیواروں میں سے چین کی دیوار، سورج کے گرد گھومنے والے سیاروں میں سے زمین، اور۔۔۔ تمام شہداء میں سے: حر۔

تقدیر کے فنکارانہ ہاتھوں نے اس منظر کو انتہائی درستگی کے ساتھ ترتیب دیا ہے، اور گویا اس کہانی کی اہمیت پر زور دینے کے لیے، کھیل کے تمام کرداروں کا انتخاب "مطلق" میں سے کیا ہے، تاکہ کہانی کو انتہائی موثر بنایا جا سکے۔

یہ کہانی ایک "انتخاب" کے بارے میں ہے، جو انسان ہونے کے معنی کا سب سے اہم اظہار ہے۔ لیکن کس قسم کا انتخاب؟ ہم سب اپنی روزمرہ کی زندگی میں کئی انتخابات کا سامنا کرتے ہیں: کیریئر، دوست، بیوی، گھر، مضمون۔۔۔ لیکن اس کہانی میں انتخاب کہیں زیادہ مشکل ہے: خیر اور شر۔ اور پھر بھی، فلسفیانہ، سائنسی یا مذہبی نقطہ نظر سے نہیں۔ اس کے بجائے، یہاں انتخاب سچی اور دھوکہ دینے والی مذہبی تعبیر، عادلانہ اور غیر عادلانہ سیاست کے درمیان ہے، جس کی قیمت جان دے کر چکانی ہے۔

صورتحال کی حساسیت پر مزید زور دینے کے لیے، مصنف نے اس کہانی کے ہیرو کو درمیان میں، حق اور شر کے درمیان برابر نہیں رکھا ہے۔ اس کے برعکس، ہیرو شر کے لشکر کا سربراہ ہے۔ دوسری طرف، اس ڈرامے کے ہدایت کار کو اپنی کہانی کو موثر بنانے کے لیے علامتیں تلاش کرنی تھیں۔ کیا اسے ایک طرف پروموتھئس
) اور دوسری طرف کچھ شیطانوں کو رکھنا چاہیے تھا؟ لیکن یہ Prometheus(
) اور کریسس Spartacusکہانی کو بہت زیادہ دیومالائی بنا دیتا۔۔۔ سپارٹیکس (
)؟ نہیں۔۔۔ یہ کہانی کو قوم پرستانہ بنا دیتا ہے اور اسے ایک طبقاتی Crassus(
نوعیت دے دیتا ہے۔ ابراہیم (ع) اور نمرود، موسیٰ (ع) اور فرعون، عیسیٰ (ع) اور یہوداہ کا کیا خیال ہے؟ نہیں۔۔۔ پھر سے، زیادہ تر لوگوں کے لیے یہ ماورائی اور آسمانی کردار ہیں جو عام انسانوں سے مختلف ہیں۔ انہیں ہیرو بنانے سے کہانی کا اثر کم ہو جاتا ہے، اور لوگ ان کی تعریف تو کرتے ہیں، لیکن کبھی اپنی روزمرہ کی زندگی میں ان کی مثالوں پر عمل کرنے کے بارے میں نہیں سوچتے۔ تاہم، اس کہانی کا بنیادی مقصد سکھانا ہے، انسان کے بدلنے کی صلاحیت کو دکھانا ہے، یہ دکھانا ہے کہ ایک عام اور گنہگار انسان کے لیے بھی یہ ممکن ہے کہ وہ اپنے تمام سماجی،

خاندانی اور طبقاتی تعلقات کو مسترد کر دے اور خدا جیسی تبدیلی کا مظاہرہ کرے۔

اسلام کی تاریخ متضاد خصوصیات سے بھری ہوئی ہے۔ ہابیل اور قابیل سے شروع ہونے والی دو لکیریں، جو تاریخ بھر میں مختلف چہروں کے ساتھ ساتھ چلتی رہی ہیں، اسلام میں بھی جاری ہیں۔ اب، یہ دونوں دھارے اسلام کا لباس پہنے ہوئے ہیں، لیکن مخالف سمتوں میں۔ ستم ظریفی یہ ہے کہ ہمارا ہیرو ان دونوں پارٹیوں میں سے ہر ایک کے انتہائی سروں کے درمیان انتخاب کرنے پر مجبور ہے:

یزید، اور حسین (ع)۔

دراصل، اگر یہ کہانی کسی مصنف نے تخلیق کی ہوتی، تو اسے اس کے فن کے لیے پہچانا جاتا۔۔۔

اس ہیرو کا نام کیا ہے؟ ایک تاریخی شخصیت کے لیے، جو چیز اہم ہے وہ اس کا کردار ہے، نہ کہ اس کا نام، کیونکہ اس کا نام اس کے والدین کی پسند کے مطابق اس کے خاندان کی طرف سے رکھا گیا ہے۔ دوسری طرف، اگر کہانی کسی ذہین مصنف نے تخلیق کی ہو، تو وہ ایسا نام منتخب کرے گا جو اس کے ہیرو کے کردار سے متعلق ہو۔ تاہم اس کہانی میں، ہمارے ہیرو کا نام اس کی ماں نے "حر" رکھا، گویا وہ اپنے بیٹے کے اس حساس کردار کو دیکھ سکتی تھی جو وہ ادا کرنے والا تھا۔ اور یوں، جب آزادی کے امام اس کے خون آلود جسم پر تشریف لاتے ہیں، اس کی موت سے عین پہلے، اس سے کہتے ہیں: "اے حر! خدا تجھ پر رحم کرے! تو اس دنیا میں بھی آزاد ہے اور آنے والی دنیا میں بھی، بالکل ویسا ہی جیسا تیری ماں نے تیرا نام رکھا تھا!"

اگرچہ حر نے تاریخ میں ایک منفرد کردار ادا کیا ہے، لیکن اس کے کردار کا جوہر صرف اسی تک محدود نہیں ہے۔ اس کے عمل کا مفہوم درحقیقت تمام انسانوں کا احاطہ کرتا ہے، اور حقیقت میں "انسانیت" کی تعریف کرتا ہے۔ یہ وہ چیز ہے جو

انسانوں کو دیگر مخلوقات سے ممتاز کرتی ہے، خدا، لوگوں اور خود انسان کی اپنی ذمہ داری کو اجاگر کرتی ہے۔ اور حر نے اسے الفاظ اور تصورات کے ساتھ نہیں، بلکہ محبت اور خون کے ساتھ ادا کیا ہے۔ اگر کوئی امام صادق (ع) کے اس قول کی گہرائی کو سمجھے کہ "ہر دن عاشورہ ہے، اور ہر جگہ کربلا ہے، اور ہر مہینہ محرم ہے" تو وہ آسانی سے اس توسیع کو محسوس کرتا ہے: "اور تمام انسان حر ہیں!"

ہماری تاریخ، ہابیل اور قابیل سے شروع ہو کر، خدا اور شیطان کے دو قطبوں کے درمیان ابدی کشمکش کا اظہار ہے، اگرچہ ہر دور میں ان دونوں قطبوں نے مختلف روپ دھارے ہیں۔ لہذا، ہر دور میں، ہر انسان خود کو بالکل اسی پوزیشن میں پاتا ہے جس میں حر تھا: اکیلا، درمیان میں، ہچکچاہٹ کا شکار، انہی دو لشکروں کے درمیان۔ ایک طرف شر کے لشکر کا کمانڈر اپنے سپاہیوں پر چلاتا ہے: "اے خدا کے لشکر! حملہ کرو!" اور دوسری طرف، ایک امام، جس کی آواز تاریخ میں گونجتی ہے، پوچھتا ہے - اور حکم نہیں دیتا - "کیا کوئی ہے جو میری مدد کرنا چاہے؟" اور تمہیں، انسان کو، انتخاب کرنا چاہیے۔

اس انتخاب سے ہی تم انسان بنتے ہو۔ اس انتخاب سے پہلے تم کچھ نہیں ہو، تم صرف جوہر کے بغیر ایک وجود ہو، تم درمیان میں کھڑے ہو۔ اس طرح، وہ انسان جس نے پیدائش کے ذریعے "وجود" پایا، انتخاب کے ذریعے "جوہر" پاتا ہے۔ اس انتخاب سے ہی انسان کی تخلیق مکمل ہوتی ہے، اور یہ وہی لمحہ ہے جب انسان اپنے کندھوں پر یہ بھاری بوجھ محسوس کرتا ہے اور خود کو اکیلا پاتا ہے، کیونکہ خدا اور فطرت نے اسے اس خطرناک فیصلے پر اپنے حال پر چھوڑ دیا ہے۔

اب ہم اپنے ہیرو کا جائزہ لے سکتے ہیں، ہم محسوس کر سکتے ہیں کہ اس نے کتنے مختصر وقت میں کتنا طویل سفر طے کیا ہے، تاکہ وہ یزیدی حر سے حسینی حر میں تبدیل ہو سکے۔ اگر وہ یزید کے لشکر کے ساتھ رہتا ہے، تو اس کی دنیا کی ضمانت ہے، اور اگر وہ حسین (ع) کے چھوٹے سے لشکر میں شامل ہوتا ہے، تو

اس کی موت یقینی ہے۔ عاشورہ کے دن کی صبح ہے، اور اگرچہ میدانوں میں جنگ ابھی شروع نہیں ہوئی ہے، لیکن حر کو احساس ہوتا ہے کہ موقع زیادہ دیر نہیں رہے گا۔ وقت تیزی سے گزر رہا ہے، اور لمحات گنتی کے ہیں۔ اس کے اندر طوفان پہلے ہی شروع ہو چکا ہے۔

شروعات سے، حر کو امید تھی کہ واقعات جنگ کی طرف نہیں لے جائیں گے، لیکن اب جنگ ناگزیر لگ رہی ہے۔ انسانوں میں شرم اور طعنے برداشت کرنے کی محدود صلاحیت ہوتی ہے، سوائے ان لوگوں کے جو اس سلسلے میں جینئس ہوتے ہیں اور بے عزتی کو لامحدود حد تک برداشت کر سکتے ہیں۔ حر نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ یزید کی حکومت کا "ملازم" ہونے کا مطلب یزید کے مجرمانہ اعمال میں تعاون کرنا ہوگا۔ اس کے لیے اس کی نوکری صرف آمدنی کا ایک ذریعہ تھی جس کا سیاست یا اس کے مذہب سے کوئی تعلق نہیں تھا۔

حر اب سمجھتا ہے کہ اپنے عہدے کو اپنے مذہب کے ساتھ جوڑنا ناممکن ہے۔ چنانچہ، مایوسی کے عالم میں اور آخری حربے کے طور پر وہ لشکر کے کمانڈر (عمر ابن سعد) سے بات کرتا ہے جو خود اس کی طرح جنگ میں پڑنے سے ہچکچا رہا ہے اور اس نے رے اور گرگان کے صوبے کا گورنر بننے کی مشن قبول کی ہے۔ تو پھر پیغمبر (ص) کے نواسے اور ان کے خاندان کے خون میں ملوث ہوئے بغیر کسی قسم کا حل نکالنے سے بہتر اور کیا ہوگا۔

حر اور عمر ابن سعد دونوں یزید کے محل سے کربلا تک اکٹھے آئے ہیں اور وہ ایک جیسی حیثیت اور سماجی طبقے کے حامل ہیں۔ حر عمر سے پوچھتا ہے:

"کیا تم اس صورتحال کا کوئی پرامن حل نہیں ڈھونڈ سکتے؟"

"تم جانتے ہو کہ اگر یہ میرے اختیار میں ہوتا تو میں وہی کرتا جو تم تجویز کر رہے ہو، لیکن تمہارے آقا عبید اللہ بن زیاد نے پرامن قرارداد کو قبول نہیں کیا!"

"تو کیا تم اس شخص (حسین) کے ساتھ لڑنے جا رہے ہو؟"

"ہاں، خدا کی قسم، میں ایسی جنگ لڑوں گا جس کا کم از کم نتیجہ کٹے ہوئے سر اور ٹوٹی ہوئی بازو ہوں گے!"

اب، یہ واضح ہے کہ وہ اب اپنے مذہب کے ساتھ کھیل نہیں سکتا۔ اب، دونوں نے اپنے راستے الگ کر لیے ہیں۔

حر کے لیے، یزید کا دسیوں ہزار کا لشکر اب معنی کے بغیر چہروں کے مجموعے سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ بغیر ذات کے انسانوں کا ہجوم، بغیر دلوں کے لوگوں کا گروہ، وہ جو چلاتے تو ہیں لیکن جانتے نہیں کیوں، لڑتے ہیں لیکن جانتے نہیں کس کے لیے۔ اب محبت اور ضمیر کا عیسیٰ (ع) اندھے کو شفایاب کرتا ہے اور مردہ کو زندہ کرتا ہے، قاتل سے شہید بناتا ہے۔ ایک سفر میں صرف منزل کے بارے میں پوچھنا کافی نہیں ہے، بلکہ انسان کو اپنے ماخذ کے بارے میں بھی پوچھنا چاہیے۔ چنانچہ، حر کے سفر کی لمبائی تب واضح ہوتی ہے جب کوئی یہ محسوس کرے کہ وہ کہاں سے شروع ہوا، اور کہاں ختم ہوا، سب آدھے دن کے اندر۔ شیطان سے اللہ کی طرف اپنی ہجرت میں، حر نے فلسفہ یا الہیات کا مطالعہ نہیں کیا، اور نہ ہی اس نے کسی لیکچر یا اسکولوں میں شرکت کی۔ اس نے صرف اپنی سمت بدل دی، اور درحقیقت یہ "سمت" ہی ہے جو ہر چیز کو معنی دیتی ہے: فن، سائنس، ادب، مذہب، دعائیں، حج، محمد (ص)، علی (ع)۔۔۔ اپنے سفر کا آغاز کر کے، اور اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر، وہ آہستہ آہستہ اپنے لشکر سے حسین (ع) کی طرف نکل پڑتا ہے۔ مہاجر ابن اوس، جو اسے مضطرب اور پریشان دیکھتا ہے، پوچھتا ہے:

"تمہیں کیا ہوا ہے حر؟ میں تمہارے معاملے سے حیران ہوں، خدا کی قسم اگر مجھ سے ہمارے لشکر کے بہادر ترین آدمی کے بارے میں پوچھا جاتا تو میں تمہارا نام لینے میں ہچکچاہٹ محسوس نہ کرتا، اور اب تم اتنے پریشان اور مضطرب ہو؟"

"میں خود کو جہنم اور جنت کے درمیان پا رہا ہوں، اور مجھے ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہے، اور خدا کی قسم میں جنت کے سوا کچھ نہیں چنوں گا، چاہے مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا راکھ بنا دیا جائے!"

حر کی تخلیق مکمل ہو گئی اور شک کی آگ اسے یقین کی حقیقت تک لے گئی۔ وہ آہستہ آہستہ حسین (ع) کے خیمے کے قریب پہنچتا ہے، اور جیسے جیسے وہ قریب آتا ہے وہ اپنے جوتے اپنے گلے سے لٹکا لیتا ہے، اور اپنی بکتر نیچے کر دیتا ہے (ندامت کی علامت کے طور پر)

"میں وہ ہوں جس نے آپ کا راستہ روکا اے حسین" اس نے آرام کرنے کے لیے حسین (ع) کی دعوت قبول نہیں کی---

"کیا میرے لیے توبہ ہے؟" وہ اب مزید انتظار نہیں کر سکتا، وہ محاذ پر واپس آتا ہے اور عمر کے لشکر پر انتہائی شدید اور تلخ الفاظ کے ساتھ حملہ کرتا ہے، اپنے سابقہ لشکر اور سابقہ کمانڈر کو یہ بتاتے ہوئے کہ وہ اب غلام نہیں ہے، وہ آزاد ہے، وہ "حر" ہے۔

عمر ابن سعد، اس کا سابقہ کمانڈر، ایک تیر پھینک کر اور چلاتے ہوئے جواب دیتا ہے

"گواہ رہنا اور امیر المومنین کو بتا دینا کہ حسین (ع) کے لشکر پر پہلا تیر چلانے والا میں تھا!"

اور اسی طرح کربلا کی جنگ شروع ہوئی------""